علومِ انوری کا گنجینہ: ''الإتحاف لمذهب الأحناف''

مولانا محمد یاسر عبداللہ
استاذِ جامعہ

(پہلی قسط)

مورخہ ۱۳، ۱۴ دسمبر ۲۰۲۵ء کو ہندوستان کے معروف دینی ادارے ''دار العلوم وقف دیوبند'' (انڈیا) میں ''علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ - حیات، افکار اور خدمات'' کے وقیع عنوان سے دو روزہ علمی سیمینار منعقد ہوا، اس سیمینار میں لگ بھگ دو سو اہلِ علم نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور علمی خدمات کے متعلق علمی مقالات کے خلاصے پیش کیے اور اکابر علماء نے حضرت شاہ صاحبؒ کے متعلق تأثرات کا اظہار کیا۔ استاذِ جامعہ مولانا محمد یاسر عبداللہ صاحب نے بھی ''دار العلوم وقف دیوبند'' کے اربابِ اہتمام کی دعوت پر جامعہ کے شعبہ ''مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی'' کی شائع کردہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' کے متعلق تعارفی وتجزیاتی مقالہ قلم بند کرکے ارسال کیا تھا، افادۂ عام کی غرض سے یہ مقالہ نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

تمہید

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب کے ایک متبحّر عالم، عظیم محقّق، باکمال محدّث اور یگانہ فقیہ تھے۔ بلاشبہ وہ ''نادرۂ روزگار'' اور ''عبقریِ زمانہ'' جیسے اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے، اور تاریخِ اسلامی کی ان چُنیدہ ہستیوں میں سے تھے جن کے بارے میں کہا گیا ہے: ''لمْ ترَ العيونُ مثلَهٗ، و لمْ يرَ هو مثلَ نفسِهٖ'' (نہ اُن جیسا کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ انہیں اپنے جیسی کوئی ہستی نظر آئی!)۔

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی علمی اشتغال میں بسر ہوئی، بچپن سے بڑھاپے تک وہ خوانِ علم کے خوشہ چیں رہے اور طالبانِ علم کو سیراب کرتے رہے، کئی دہائیوں پر محیط تدریسی زندگی میں ہزاروں

تشنگانِ علم نے ان سے استفادہ کیا۔ نیز تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کے عمل میں بھی مشغول رہے۔ علامہ موصوف کی تالیفات کی تعداد زیادہ تو نہیں، لیکن انہوں نے جو علمی ترکہ چھوڑا، بلاشبہ وہ ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔

پیشِ نظر تحریر میں حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم تالیف کا تعارفی جائزہ مقصود ہے، جو حال ہی میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شعبہ تصنیف و تالیف سے تحقیق و تخریج کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آئی ہے۔ علامہ موصوف کی یہ کتاب ان کے علوم و معارف کا خزینہ، برس ہا برس مطالعہ و تحقیق کا ثمرہ اور علومِ انوری کے شائقین کے لیے عظیم تحفہ ہے۔

''الإتحاف'' علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد اور اُن کے علوم کے امین، مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''خدا تعالیٰ نے مجھے اس عہد میں حنفیت کے استحکام کے لیے پیدا کیا ہے۔''

ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ:

''میں نے حنفیت کو اس درجہ مستحکم کر دیا ہے کہ اب ان شاء اللہ! سو سال تک اس میں کوئی اضمحلال پیدا نہیں ہوسکتا۔''(۱)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''ہم نے اپنی عمر کے تیس سال یہ دیکھنے لیے صرف کر دیے کہ فقہ حنفی، حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟ سو ہم اپنی تیس سالہ محنت کے بعد قطعاً مطمئن ہیں، جہاں جس درجہ کی حدیث دوسرے فقہاء کے پاس ہے اس درجہ کی حدیث امام ابوحنیفہؒ کے پاس بھی ہے، اور جہاں حدیث نہ ہونے کی بنا پر امام اعظمؒ نے مسئلہ کی بنیاد قیاس و اجتہاد پر رکھی ہے وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں۔''(۲)

ایک اور موقع پر یوں گویا ہوئے:

''میں اپنی طویل کاوشوں کے نتیجہ میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی مضبوط احادیث سے مؤید ہے۔''(۳)

فقہِ حنفی کے تعلق سے مذکورہ اقوالِ انوری کے ساتھ اُن کے لختِ جگر مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کا درج ذیل اقتباس جوڑ لیجیے تو مُدعا واضح ہوجائے گا:

''موصوف (حضرت شاہ صاحبؒ) نے (''آثار السنن'' کی) دونوں جلدوں پر نہایت قیمتی اور فاضلانہ حواشی درج فرمائے، جن میں ہزار ہا ہزار کتابوں کے بقیدِ صفحات حوالے موجود ہیں۔ یہ **''مرحوم کی زندگی کا حاصل''**، اور **''حنفیت کی تائید واستحکام کی مضبوط کوشش''** ہے، مگر افسوس کہ عوام بلکہ خواص بھی اس سے استفادہ نہیں کر سکتے ..... جیسا کہ معلوم ہے کہ دو چار کتابوں کو چھوڑ کر علامہ کا اکثر تصنیفی وتالیفی سرمایہ بھی انہی مسائل پر ہے جن پر احناف کا دوسرے فقہی مکاتب سے اختلاف رہا، مثلاً: ''فصْل الخِطاب في مسألة أمِّ الكتاب''، ''كشف الستر عن صلاة الوتر''، ''بسْط اليدين في مسألة رفع اليدين''، ''نيل الفرقدين في مسألة رفع اليدين''، اور اس طرح آپ کی جو املائی تقریریں قلم بند کی گئیں، ان کے اہم مباحث، حنفیت کے روشن چراغ کے لیے کار آمد روغن کی حیثیت رکھتے ہیں۔''(۴)

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان حواشی کو ''سرمایۂ زندگی'' سمجھتے، اور عمرِ عزیز کے آخری برسوں میں ان کی تخریج کے لیے فکرمند تھے۔ نیز اپنی دیگر تصانیف میں متفرق مقامات پر مزید تفصیل کے لیے ان حواشی کے حوالے دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ (۵)

''الإتحاف'' مشاہیر اہلِ علم کی نظر میں

۱- علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' کا تعارف کراتے ہوئے اپنے گہربار قلم سے یوں رقم طراز ہیں:

''كان لِعلمـاء الهندِ - الغيرِ المنقسمةِ - عنايةٌ خاصةٌ بعلوم الحديث في هٰذه القرون الأخيرةِ؛ بعدَ انتهاء القرن التاسع، حين بدأ الضُّعفُ فيها في البلاد العربية، فألَّفوا فيها كتبًا لا تزال تبقى غرةً في جبين الدهر، ثم امتاز من بينهم طائفةٌ في الجمع بين ذوق الحديث والفقه، وتطبيق المذهب الحنفي بالأحاديث الصحيحة، المخرَّجةِ في أمَّهات كتبِ الحديث والسنة، ومنهم: الشيخ ظهير أحسن النيموي البِهَارِي.

وكان رجالٌ من المشتغلين بالحديث نَزَغَتْ فيهم نزغةُ الطعن في أدلة مذهبِ فقيهِ الأمة أبي حنيفة، بأنّها تخالفُ الأحاديثَ الصحيحةَ؛ فاضطرَّ إلى تأليفٍ في جمع رواياتٍ صحيحةٍ توافقُ مذهبَ الإمامِ، على طرازِ كتابِ ''العمدةِ'' للمقدسي، و''المنتقى'' للمجد ابن تيمية، و''بلوغ المرام'' للحافظ ابن حجرٍ، وغيرِها من مؤلفاتٍ خاصةٍ في الأحكامِ، وسمّاه: ''آثار السنن''، في جزئين لطيفين، ولكنّهُ لم يتمّ. ثم علّقَ عليه تعليقاتٍ متينةً من بحثٍ علميٍّ ونقدٍ نزيهٍ. وكان كلما يؤلّف قطعةً من كتابه .. يرسلها إلى المحدّث الكبير، إمامِ العصرِ الشيخ محمد أنور الكشميري، الذي كان آيةً من آياتِ الله في الجمع بين التبحُّرِ في العلوم، ودقّةِ النظرِ، والذوقِ السليمِ المعتدلِ، والاطلاع الواسع على مذاهبِ فقهاءِ الأمةِ ببصيرةٍ نافذةٍ، وكان قد اشتهر صِيْتُهُ في أقطارِ الهندِ في ريعان شبابِهِ، فكان الشيخ يُبْدِيْ من أفكارٍ وآراءٍ .. من نقضٍ وإبرامٍ، ونقصٍ وإتمامٍ، وكأنَّ الشيخ كان مرافقًا لهُ في ذلك التأليفِ، كما ذكره في ''نيل الفرقدين''.

ولا ريبَ أن الشيخَ كان مبتهجًا بكتابِهِ، مُعْجَبًا بأسلوبِهِ. فلمّا تمَّ طبع الكتابِ .. أخذَ الشيخُ ليطالعَهُ، ويزيدَ عليه من أدلةٍ، وأبحاثٍ، ونكاتٍ، وفوائدَ، وغررِ نقولٍ، ما يساويْ بعضُها رحلةً، ويقيّدُها على هامشه، وطرَرِه، وبين أسطرِه، بكلِّ بابٍ ما يلائمُه، وكلّما مرَّ عليه شيءٌ له صِلةٌ بالموضوع في مطالعته، قيّدَهُ هناكَ؛ إمّا بنقل عبارةٍ، أو حوالةٍ؛ برمزِ صفحةٍ مرقومةٍ إن كان الكتاب مطبوعًا، أو نقلِ لفظِهِ إن كان مخطوطًا؛ فتارةً بعبارةٍ، وتارةً بإشارةٍ، أو بدا له شيءٌ من تأييدٍ وترديدٍ .. قيّدَهُ هناك، حتى أصبحتْ صفحةُ الكتابِ كالوشيِ الدَّقِيقِ، فجاءتْ فيه نفائسُ منْ أفكارِهِ، وبدائعُ من غررِ نقولٍ بكلِّ بابٍ. وكنتُ قدِ اشتغلتُ برهةً بتخريجِ تلكَ الحوالاتِ، واستخراجِ تلكَ العباراتِ بأمرِهِ، فكانتْ صفحةٌ واحدةٌ من الكتاب تخريجُهُ يملأ عدّةَ أوراقٍ، وكان يتمنّى أنْ لو طُبِعَ ذلك التخريجاتُ.. لنفعتْ أهلَ العلم. فهٰذه هي مذكّرةٌ له، ماثلةٌ أمامَكَ بنصّها وفصّها، بقلم الشيخ نفسِه وخطِّه، فقَامَ المجلسُ العلميُّ في عاصمةِ ''المملكةِ الكبرى الإسلاميةِ'' بتقديمِ هذه المذكّرةِ في صورتِها الأصليةِ؛ إبقاءً لذكرى هذا الإمامِ الجليلِ، وتخليدًا لمآثرِه الجليلةِ، وتقديرًا لمفاخرِه النبيلةِ، ونفعًا للأمةِ الإسلاميةِ، وحرصًا على حفظِ آثارِه العلميةِ.''

ترجمہ: ’’غیر منقسم ہندوستان کے علماء کو نویں صدی کے بعد ان آخری صدیوں میں علومِ حدیث سے غیر معمولی شیفتگی رہی، جب دیارِ عرب میں ان علوم کے تئیں ضعف پیدا ہونے لگا تھا، اس وقت سرزمین ہند کے اہلِ علم نے (علومِ حدیث کے باب میں) ایسی گراں مایہ تصانیف پیش کیں جو تاریخِ علم کی جبیں پر سدا جگمگاتی رہیں گی۔ ان اہلِ علم میں ایک جماعت، ذوقِ حدیث وفقہ اور امہاتِ کتبِ حدیث وسنت میں تخریج شدہ صحیح احادیث کے ذریعے مذہبِ حنفی کی تائید میں نمایاں تھی، شیخ ظہیر احسن نیموی بہاری اسی یگانہ گروہ کا ایک فرد تھے۔

اس دور میں علومِ حدیث میں مشغول ایک طبقہ میں فقیہِ اُمت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے دلائل پر تنقید کا رجحان عام ہوا کہ یہ دلائل صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔ اس نقطۂ نظر کے سدّ باب کے لیے شیخ نیمویؒ نے عزم کیا کہ امام موصوف کے مذہب کے موافق دلائل یکجا کیے جائیں، اور اس کتاب کا طرزِ تالیف حافظ مقدسیؒ کی ’’العمدة‘‘، مجد الدین ابن تیمیہؒ کی ’’المنتقى‘‘، حافظ ابن حجرؒ کی ’’بلوغ المرام‘‘ اور خاص طور پر احادیثِ احکام کے موضوع سے وابستہ دیگر کتب کے اسلوب کے مطابق ہو، چنانچہ موصوف نے ’’آثار السنن‘‘ کے نام سے دو لطیف جلدوں میں کتاب تصنیف کی، لیکن اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا پائے، بعد ازاں انہوں نے کتاب پر علمی تحقیق اور منصفانہ تنقید سے گندھے ہوئے ٹھوس حواشی قلم بند کیے۔

شیخ نیمویؒ جب کتاب کا کچھ حصہ تالیف کرتے، تو (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ایماء پر) اسے محدّثِ کبیر، امامِ عصر، شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں ارسال فرماتے، جو علومِ شرعیہ میں تبحّر، دقتِ نظر، اعتدال کا دامن تھامے ذوقِ سلیم، اور فقہاء امت کے مذاہب کے تئیں گہری بصیرت کے ساتھ وسیع علم رکھتے تھے، عنفوانِ شباب میں ہی ہندوستان کے گوشے گوشے میں ان کا شہرہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ شیخ کشمیریؒ مسودہ کے متعلق نقد واصلاح اور تکمیل واضافہ کی صورت میں اپنی آراء وافکار کا اظہار کرتے، گویا شیخ کشمیریؒ، کتاب کی تالیف کے سفر میں مصنف کے رفیقِ راہ رہے، (شیخ کی کتاب) ’’نيل الفرقدين‘‘ میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

بلاشبہ شیخ اس کتاب سے شاداں وفرحاں اور اس کے اُسلوب کے گرویدہ تھے، اس لیے جب کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر سامنے آئی تو حضرت شیخ نے اس کا مطالعہ شروع کیا، اور ہر بحث سے متعلق دلائل وابحاث، نکات وفوائد اور گراں قیمت نصوص کا اضافہ فرماتے رہے، ان اضافات میں سے بعض اس لائق ہیں کہ ان کی خاطر مستقل اسفار کیے جائیں، کتاب کے حواشی اور بین السطور میں ہر باب کے مناسب تحقیقات قلم بند کرتے رہے۔ نیز دورانِ مطالعہ جب

کبھی موضوع سے متعلق کوئی نکتہ سامنے آتا تو اسے اس کتاب کے متعلقہ مقام پر درج فرمالیتے؛ اگر مطبوعہ کتاب ہوتی تو کبھی عبارت نقل کردیتے، اور کبھی اشارتاً مرقومہ صفحہ کا حوالہ لکھ دیتے، اور مخطوط کتاب کی عبارت ہی نقل کرتے، یوں کبھی عبارت نقل کرتے اور کبھی اشارہ فرمادیتے۔ نیز کبھی متعلقہ بحث کے بارے میں اپنی تحقیق کی روشنی میں تائیدی یا تنقیدی رائے قلم بند فرماتے۔ یوں کتاب کا ایک ایک صفحہ دقیق ریشمی نقش ونگار کا ایک نمونہ بن گیا، اور ہر باب کے متعلق شیخ کے نفیس افکار اور لعل وجواہر کی مانند گراں قدر عبارتیں ان حواشی میں یکجا ہوگئیں۔

ایک زمانہ میں (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں) میں ان حوالہ جات اور عبارات کی تخریج میں مشغول رہا، کتاب کے ایک ایک صفحے کی تخریج کئی کئی اوراق کو بھر دیتی تھی۔ حضرت شیخؒ کی آرزو تھی کہ یہ تخریجات طبع ہوجائیں تو اہلِ علم کے لیے ایک نفع بخش خزانہ ثابت ہوں گی۔

بہرکیف! وہی یادداشت اپنی روح وجوہر کے ساتھ اور حضرت شیخ کے قلم وطرزِ نگارش سے مزین صورت میں آپ کے پیشِ نظر ہے۔ ’’عظیم اسلامی مملکت‘‘ (پاکستان) کے (سابقہ) دار الحکومت (کراچی) میں قائم ’’مجلسِ علمی‘‘ ان یادداشتوں کو ان کی اصل صورت میں پیش کررہی ہے؛ تاکہ امامِ جلیل کی یادیں زندہ رہیں، ان کے عظیم کارناموں کو دوام حاصل ہو، ان کے قابلِ فخر کمالات کی قدردانی ہو، اُمتِ مسلمہ ان سے فائدہ اٹھائے، اور حضرت شیخ کا علمی ورثہ رہتی دنیا تک محفوظ رہے۔‘‘

۲- شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ

علماءِ دیوبند کے علوم کے قدردان اور عالمِ عرب کے نامور محقق عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان اہلِ علم میں سے ہیں جو ان حواشی کی نُدرت وگراں قدری سے شناسا اور ان پر تحقیقی عمل کے لیے علامہ کشمیریؒ کے تلامذہ کو اُبھارتے رہے۔ شیخ موصوف کا درج ذیل اقتباس پڑھیے اور ان کے قلبی اشتیاق کا اندازہ کیجیے:

’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘: وهو حواشٍ وتعليقات نافعة ماتعة جامعة علّقها الشيخ الكشميري على كتاب ’’آثار السنن‘‘ لعصريّه المحدِّث المحقق النِّيموي رحمهما الله تعالى، وقد أحسن ’’المجلس العلمي‘‘ صُنعاً بتصوير نسخة الشيخ من كتاب ’’آثار السنن‘‘ المطبوعة في مجلدين، التي ملأ الشيخ بخطِّه الجميل حواشيها وبياضاتها التي بين السطور علماً ثميناً وإحالاتٍ كثيرة غنيّةً بالتحقيق، وقد سُمِّيتْ هٰذه التعليقات والحواشي عند ما صوِّرتْ

بعد وفاته: ’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘.
’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘: یہ نہایت مفید وجامع تعلیقات ہیں جو حضرت کشمیریؒ نے اپنے ہم عصر محدث، محقق نیمویؒ کی کتاب ’’آثار السنن‘‘ پر تحریر کیے ہیں۔ مجلس علمی نے حضرت شیخؒ کے ’’آثار السنن‘‘ کی دو جلدوں میں مطبوعہ نسخہ کے عکس بنوا کر اچھا (اور مفید) کام کیا ہے، جسے آپ نے بین السطور حواشی لکھ کر قابلِ قدر ومحقق معلومات اور بہت سے حوالوں سے بھر دیا ہے اور حضرت کی وفات کے بعد ان حواشی وتعلیقات کا جب عکس لیا گیا تو ’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘ نام رکھا گیا۔‘‘(٦)
شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:
’’... تخريجُ حوالاتِها وتبويبُها وتنسيقُها دينٌ ثقيلٌ في عنُقِ أصحابِ الشيخِ وتلامذتِه الأفاضل، لا تبرأ ذِمَّتهم إلا بإنجازِه. وكنتُ اقترحتُ على مؤسِّسِ ’’المجلسِ العلميّ‘‘ رجلِ الخير والبرّ، المفضالِ، الحاج محمد بن موسٰى ميان السِّمْلَكِيّ الإفريقي تأليفَ لجنةٍ من أصحاب الشيخ وتلامذتهٖ أبقاهم الله تعالٰى؛ ليقوموا خاصَّةً بتنسيقِ هذه التعليقاتِ والحواشي؛ فإنهٗ لايستطيعُ النهوضَ بهٰذا الواجبِ العظيمِ أحدٌ غيرُهم، وهم الذين صاحَبُوا الشيخَ، وتلقَّوا أفكارَهٗ، وعرفوا مقاصدَهٗ. ثم جدَّدتُ هذا الاقتراحَ على نجلِ ذٰلك المحسن الكريم، الأخ الفاضل الشيخ إبراهيم، حين تفضَّل بزيارتي في ’’حلب‘‘، عَقِبَ عودتِه من الحجِّ إلى بيت الله هذا العام، فوعَد خيرًا واستبشرنا خيرًا.
وأعودُ فأقول: أداءُ هذا الحقّ لا يزال ممطولًا من تلامذةِ الشيخِ الصدورِ البدورِ. وأرجو أن تكونَ كلمتِي هٰذه - وهي موجَّهةٌ إليهم جميعًا - دافعًا جديدًا للقيام بقضَاءِ هٰذا الدَّين، وأخصُّ بالمطالبةِ به علٰى وجهٍ أخصَّ أستاذَنا وبركـتَنَا أبا المحاسِنِ، العلامةَ الموهوب، الشيخ محمد يوسف البنوري؛ فإنهٗ على كثرةِ أعماله النافعةِ، وخدماتِه الإسلامية والعلمية، آتاه الله من الصبر والدأب والعون ما يُمَكِّنُه النهوضَ بهٰذه المأثرة الباقية.
وإن تنسيقَ ’’الإتحاف‘‘ إتحافٌ يجعلُ الهمامَ الفاضلَ الناهضَ به في مناجاةٍ دائمةٍ، وسَمَرٍ علميٍّ مستمرٍّ مع الشيخ الأنور - قُدِّسَ سِرُّه العزيز - وما أظنُّ السادةَ النُّجُب، تلامذة الشيخ - بارك الله فيهم - بمفرِّطين بهٰذا

’’الإتحاف‘‘، ولا بمُعرِضِين عن استعادةِ تلك الذكريات الغالية الحبيبة إلى قلوبهم؛ إذ كانوا يسمعونَ كلام الشيخ إمامِ العصر أو يخدمونه، ولا بمُتَخَلِّفين عن ذلك العمل الجليل، الذي يُقرَنُ اسمُ القائم به باسمِ الشيخ إمام العصر على وجه الدهر. وهو إلى هذا يعدُّ من خير العمل الذي يدَّخره المؤمن لآخرته، وإنا لمنتظرون.‘‘(۷)

ترجمہ: ’’ان (حواشی میں درج) حوالہ جات کی تخریج، تبویب اور ترتیب، شیخ کے فاضل شاگردوں کے ذمہ ایک بھاری قرض ہے، اس کام کی تکمیل کرکے ہی وہ ذمہ داری سے عہدہ برا ہوسکتے ہیں۔ میں نے ’’مجلسِ علمی‘‘ کے بانی، صاحب خیر وصاحب فضل واحسان، حاجی محمد بن موسیٰ میاں سملکی افریقیؒ کو تجویز دی تھی کہ شیخ کے تلامذہ (اللہ تعالیٰ انہیں طویل حیات عطا فرمائے) کی ایک کمیٹی بنائیں؛ تاکہ وہ ان حواشی وتعلیقات کو مرتّب کریں؛ کیونکہ اس عظیم ذمہ داری کو ان کے علاوہ کوئی بھی نہیں اُٹھاسکتا، وہ شیخ کی صحبت میں رہے، خود ان سے براہِ راست ان کے آراء وافکار حاصل کرتے رہے، اور ان کی مراد ومقصد سے آگاہ ہیں۔ بعدازاں میں نے ان محسن کریم کے فرزند، برادرِ فاضل، شیخ ابراہیم (بن محمد موسیٰ میاں) کے سامنے دوبارہ یہ تجویز رکھی، جب انہوں نے اس سال حج بیت اللہ سے لوٹتے ہوئے ’’حلب‘‘ میں مجھے ملاقات کا شرف بخشا، انہوں نے بھی وعدہ کیا اور ہم پُرامید ہوئے۔

میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ شیخ کے سربرآوردہ اور بلند پایہ شاگردوں کی جانب سے تاحال اس ذمہ داری کی ادائیگی میں تاخیر برتی جارہی ہے، مجھے اُمید ہے کہ میری یہ تحریر (جو ان سب حضرات سے مخاطب ہے) اس قرض کی ادائیگی کے لیے ایک نئی تحریک پیدا کرے گی، اور میں خاص طور پر اپنے استاذ اور ہمارے لیے باعثِ برکت، صاحبِ محاسن، باکمال علامہ، شیخ محمد یوسف بنوریؒ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں؛ کیونکہ مفید اُمور اور اسلامی وعلمی خدمات کی کثرت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر واستقامت اور خاص مدد سے نوازا ہے، جس کی بدولت ایسے کارناموں کی ادائیگی ممکن ہوتی ہے۔

’’الإتحاف‘‘ کی ترتیب وتنسیق ایک تحفہ ہے، اس ذمہ داری کو نبھاتا فاضل گویا دائمی طور پر شیخ انور قدّس سرُّہ العزیز سے سرگوشیوں اور علمی گفتگو میں مشغول رہے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ شیخ کے باکمال تلامذہ (اللہ تعالیٰ انہیں برکتوں سے نوازے) اس ’’تحفہ‘‘ کو پیش کرنے میں کوتاہی نہیں

کریں گے، اور (اپنے شیخ سے جُڑی) قیمتی اور مَن پسند یادوں کو اپنے دل ودماغ میں دُہرانے سے پس وپیش نہ کریں گے؛ جب وہ اپنے شیخ امامِ عصر کے کلام کو سنتے اور ان کی خدمت میں مشغول رہتے تھے، نیز اس عظیم عمل کی تکمیل میں پیچھے نہ رہیں، جس کو سرانجام دینے والے کا نام تا اَبد حضرت شیخ امامِ عصر کے نام کے ساتھ زندہ رہے گا، اور ساتھ ہی ایک مومن کی جانب سے اپنی آخرت کے لیے ذخیرہ کے طور پر بہترین عمل ہوگا، ہم منتظر رہیں گے۔‘‘

۳-مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور شاگرد اور اُن کے علوم کے قدر شناس، مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

’’اس وقت اس عریضے کا داعیہ مولانا موسیٰ میاں صاحب کے تحفے ’’الإتحاف‘‘ کو دیکھ کر پیدا ہوا، انہوں نے مجھے بھی ایک نسخہ عنایت فرمایا ہے۔ اگر شروع میں تقریظ، اور آپ کے قلم سے نہ ہوتی، اور مجھے یہ معلوم نہ ہوا ہوتا کہ آپ نے ان حوالوں کی تخریج اور ان عبارتوں کے استخراج کا کام حضرت استاذ (مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کے امر سے کیا بھی تھا، تب بھی میں آپ ہی کو لکھتا کہ خدا کے لیے یہ کام کر کے اس مقفل خزانہ کو اہلِ علم کے لیے قابلِ استفادہ بنا دیجیے۔ مولانا موسیٰ میاں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے اپنا کام کر دیا، اور کام آپ کا اور صرف آپ کا باقی ہے، آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جو اس خدمت کو انجام دے سکے۔ مطالعہ کر کے میں نے دونوں باتیں محسوس کر لیں: ایک یہ کہ حضرت استاذؒ کے علم ومطالعہ کا بڑا قیمتی حصہ اس خزانہ میں محفوظ ہے اور دوسری یہ کہ موجودہ شکل میں اس سے استفادہ مجھ جیسے بھی بہت ہی کم کر سکیں گے۔ (۸)

’’الإتحاف‘‘ کے متعلق نیز دیکھیے: مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے مزید آگاہی کے لیے دیکھیے مولانا موصوف کا مضمون: ’’ایک بیش بہا علمی تحفہ-الإتحاف‘‘، ماہنامہ نقش، دیوبند، بابت شمارہ ذوالحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق جون ۱۹۶۰ء۔ اس مضمون میں کتاب کا عمدہ تعارف ہے، یہاں صفحات میں گنجائش ہوتی تو مکمل نقل کر دیا جاتا۔

۴-مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

’’کتاب مذکور کے مطبوع نسخے پر بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے بہت بڑی مقدار میں تعلیقات لکھیں، جن کی وجہ سے یہ مجموع بیش قیمت حدیثی ذخیرہ بن گیا ہے۔ اگر کتاب ’’آثار السنن‘‘ ان تعلیقاتِ انوری کے ساتھ مُرتَّب ومُزیَّن ہوکر شائع ہوجائے، تو امید ہے کہ آخرِ ’’کتاب الصلاۃ‘‘ کے مسائل کی محدّثانہ تحقیق حرفِ آخر ہوکر منظرِ عام پر آجائے گی، کام بڑا اہم ہے، کاش! حضرت کے خصوصی تلامذہ اوراصحابِ خیر توجہ کریں۔‘‘(۹)

۵-مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق صاحب زادے مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان حواشی کے متعلق اپنے تاثرات یوں قلم بند کیے ہیں:

’’موصوف (علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) نے (’’آثار السنن‘‘ کی) دونوں جلدوں پر نہایت قیمتی وفاضلانہ حواشی درج فرمائے، جن میں ہزار ہاہزار کتابوں کے بقیدِ صفحات حوالے موجود ہیں، یہ **’’مرحوم کی زندگی کا حاصل اور حنفیت کی تائید واستحکام کی مضبوط کوشش ہے‘‘**، مگر افسوس کہ عوام، بلکہ خواص بھی اس سے استفادہ نہیں کرسکتے، کاش کہ حضرتؒ کا کوئی شاگرد خصوصاً مولانا یوسف بنوری اس طرف توجہ فرمائیں۔‘‘(۱۰)

۶-مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ماضی قریب کے عظیم محقّق اور ناقد، استاذِ محترم مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ (فاضلِ دارالعلوم دیوبند، تلمیذِ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) ’’الإتحاف‘‘ کے متعلق رقم طراز ہیں:

’’یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انور شاہؒ کی تحقیقات اور اضافۂ معلومات کا دائرہ، محدث نیمویؒ کے مذاق تک محدود رہا ہے۔ موصوف نے متونِ احادیث، اسنادِ رجال اور جرح وتعدیل سے متعلق وہی تحقیقات پیش کی ہیں جو محدث نیمویؒ کے مذاق کے مطابق تھیں، فقہ حدیث کی بحثیں، حقائق، معارف، اسرار، بلاغت اور توجیہاتِ حدیث سے بہت ہی کم اعتناء کیا ہے، پھر بھی یہ اضافہ اصل سے دُگنا تِگنا ہوگیا ہے۔‘‘(۱۱)

۷-مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ

’’الإتحاف‘‘ کے متعلق استاذِ محترم مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ کی تعارفی تحریر کا درج ذیل

اقتباس پڑھیے:

’’علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ان حواشی کا یہ مقام ومرتبہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ کی تالیفات میں سے یہی ایک تالیف ہے جو طہارت، صلاۃ اور جنائز تک کے تمام ابواب کو محیط ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کاوشیں یا املائی تقاریر ہیں، یا رفع الیدین وفاتحہ خلف الامام وغیرہ جیسے فروعی مسائل پر مشتمل ہیں، اور اس کا یہ مقام کیونکر نہ ہو، جبکہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فروعی مسائل میں اپنے تالیف کردہ رسائل میں بھی تفصیلی کلام کے لیے جابجا اپنے ان حواشی کا حوالہ دیا ہے، لہٰذا اس کی اشاعت بلاشک وشبہ علامہ کی دہائیوں پر محیط تحقیقات کا وہ قرض ہے جو قریباً ایک صدی سے اہلِ علم کے ذمے تھا، اور جس کی ادائیگی کی فکر تقریباً پون صدی سے اکابر اہلِ علم کو دامن گیر رہی، اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد تلامذہ: حضرت والد ماجد، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید احمد رضا بجنوری، نیز مولانا انظر شاہ کشمیری اور نامور محقق عالم شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے کبار اہلِ علم زندگی بھر آرزومند رہے کہ تحقیق وتخریج اور تبویب وترتیب کے بعد انہیں شائع کیا جانا چاہیے۔‘‘ (۱۲)

حواشی وحوالہ جات

۱- نقشِ دوام، ص: ۱۸۳، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان، نفحة العنبر، ص: ۹۲-۹۳، مجلس علمی۔

۲- نقشِ دوام، ص: ۱۸۵۔ ۳- ایضاً۔ ۴- نقشِ دوام، ص: ۱۸۸۔

۵- بطور نمونہ دیکھیے: ’’نیل الفرقدین‘‘، ’’فصل في معنى رفع الدين‘‘ (ص: ۲۴۹)، ’’كشف الستر‘‘ (ص: ۸، ۴۰، ۴۸)، ’’مجموعة رسائل الكشميري‘‘، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، پاکستان۔

۶- مقدمہ: التصريح بما تواتر في نزول المسيح، ص: ۳۰، ۳۱، تحقیق شیخ عبد الفتاح ابوغدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب۔

۷- مقدمہ: التصريح بما تواتر في نزول المسيح، ص: ۳۱۔

۸- مکتوب حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ بنام حضرت مولانا بنوریؒ، ماہنامہ بینات، ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ۔

۹- انوار الباری، ج: ۲، ص: ۴۵۱، ۴۵۲، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، پاکستان۔

۱۰- نقشِ دوام، ص: ۱۸۸، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔

۱۱- تقدسِ انور، ص: ۲۶۹، مقالہ: ’’امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ‘‘، از مولانا محمد عبد الحلیم چشتیؒ، جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی۔

۱۲- ماہنامہ بینات، جمادی الاولیٰ، ۱۴۴۷ھ۔

(جاری ہے)